مجاہدِ اعظم

حصہ اول

شاکر حسین امروہوی

maablib.org

کراچی

مجاہدِ اعظم

حصۂ اوّل

تحقیقات صحیح و سوانح مستند حضرت سید الشہدا امام الثقلین امام حسینؑ

اور

مکمل حالات و اسباب واقعہ ہائلہ کربلا

مُصنّفہ

مؤرخِ نامور و محقق بے بدل

حضرت مولوی سید شاکر حسین صاحب نقوی امروہوی

ناشرین

کارکنان اُردو ادبستان جے پور

مطبوعہ علمی برقی پریس دہلی

قیمت چار روپے

maablib.org

مجتہدین کے فتووں سے کچھ تعلق نہیں۔ ہم مجتہدین کے محتاج ہیں بھی تو حدیث و تفسیر و فقہ میں جن کا تعلق مذہب سے ہے۔ تاریخی واقعات اور ان کے متعلقات کو دینیات اور اجتہاد فی الدینیات سے کچھ سروکار ہے۔ نہ علاقہ۔ ہمارے لئے کسی تاریخی واقعہ وقوع اور عدمِ وقوع اور اس کے صحت و عدمِ صحت کا معیار صرف تاریخی شہادت اور اصولِ مقررہ ہیں۔ نہ یہ کہ فلاں قبلہ یہ فرماتے ہیں اور فلاں مولانا کا یہ ارشاد ہے۔ قصۂ مذکور کے جواز و عدمِ جواز کی بحث اُس وقت کارآمد ہو سکتی ہے۔ جب اس کی کچھ اصلیت بھی ہو۔ پہلے تو یہ دیکھنا مقدم ہے کہ یہ واقعہ ہوا بھی ہے یا نہیں اور ہوا تو اس کا ثبوت کیا ہے یہ تو بعد کی بات ہے کہ اس کا ذکر جائز ہے یا نہیں ۔ اور علمائے مذہب نے اس کے پڑھنے اور سننے کی مخالفت کی ہے یا نہیں تاہم جہاں تک مجتہدینِ عراق و لکھنؤ کے فتوے ہماری نگاہوں سے گذرے کسی نے بھی اِس بے اصل روایت کی تصدیق تائید نہیں کی۔

آقا سید محمد طبا طبائی یزدی فرماتے ہیں :-

"وقوعِ ایں قضیہ معلوم نیست ہرچند در بعض کتب بدون سند معتبر مذکور باشد"

آقا شیخ عبداللہ مازندرانی کا ارشاد ہے۔

"الی الآن مستندے کہ بتواں اعتماد نمود در بابِ وقوعِ ایں قضیہ بدست نیامد"

آقا شیخ حسین مازندرانی کا فتوے ہے۔

"تا اصلِ ایں قضیہ پس ہنوز بدرجۂ تحقیق و ثبوت و یقین نرسیدہ بلکہ عدمش محقق ثابت است"

آقا سید اسمٰعیل صدر تحریر فرماتے ہیں۔

"ذکرِ عروسیٔ قاسم در کتبِ معتبرہ دیدہ نشدہ۔ کتابِ منتخب نیز منقولات غیر معتبرہ راذکر می فرماید"

آقا سید ابوتراب موسوی النجفی لکھتے ہیں :-

"ایں حکایت صادق نیست بلکہ معلوم الکذب است"

آقا سید ریحان اللہ موسوی الطہرانی ارقام فرماتے ہیں :-

"ظاہر این ست کہ عقد قاسم با فاطمہ واقع نہ شدہ بلکہ بتواں ادعائے قطع بعد وقوع او نمود"

آقا سید ناصر حسین مجتہد لکھنؤ فرماتے ہیں۔

"قصۂ عقدِ قاسم بن حسنؑ بے اصل محض ہے"

ان کے ماسوا اور بہت سے فتوے علماء عراق کے موجود ہیں اسی طرح اس بے اصل قصہ کے پڑھنے کو بوجہ اس کے کہ کذب صریح ہے یہ حضرات جائز نہیں سمجھتے۔

آقا سید محمد کاظم طبا طبائی کا ارشاد ہے۔

"خواندنِ آں با ظہار جزم و عدم جزم بوقوع مشکل است"

آقا شیخ حسین مازندرانی فرماتے ہیں :-

"بنحو احتمال و جزم و قطع خواندنش مشکل بلکہ حرام است"

آقا غلام حسین اصفہانی تحریر کرتے ہیں :-

"خواندنِ آں مقداری کہ در منتخب مذکور است بانسبت بہماں کتاب ہم غیر جائز است بدون شبہ و ریب"

بڑے تعجب کی بات ہے کہ حضرت امام حسنؑ نے زید اور حسن مثنّیٰ اور عبداللہ یا کسی دوسرے بیٹے کے لئے تو عقد کی وصیت نہ کی اور قاسم کے عقد کے واسطے جو اپنے والد کی وفات کے وقت بہت ہی صغیر سن تھے۔ وصیت فرمائی اس سے زیادہ حیرت انگیز یہ کہ جن عقدوں کی بابت وصیت نہ تھی ان کو حضرت نے مدینہ میں کر دیا اور جس عقد کے واسطے وصیت تھی اس کو تعویق میں ڈالے رکھا۔ سب سے زیادہ قابلِ غور یہ بات ہے کہ اگر فاطمہ کے عقد کی قاسم کے ساتھ وصیت

ہوتی تو حضرت ان کا عقد حسن مثنیٰ کے ساتھ کیسے کر دیتے۔ پھر ایک شوہر کی موجودگی میں دوسرا عقد کیسا کس قدر حیرت افزا اور افسوسناک بات ہے کہ پڑھنے والے اور اس کی تائید کرنے والے یہ نہیں سوچتے کہ اس توہین آمیز افترا کا ذکر (نظماً یا نثراً) گستاخی اور بے ادبی کی کس حد تک پہنچا ہوا ہے، اس کے علاوہ یہ امر بھی کس قدر قابل افسوس ہے کہ اس واجب الاحترام طبقہ نے جس کو مداحیٔ اہل بیت کا فخر حاصل تھا اس کے تلخ اور زہر آلود نتائج پر غور کئے۔ بغیر اپنی پُرزور اور پُر اثر اور دلآویز نظم کے جادو سے عالم اور جاہل بوڑھے اور بچے مرد اور عورت سب کو ایسا مسحور کیا کہ اس بے بنیاد اور بے اصل قصہ کو سُنتے سُنتے ان کے دل و دماغ میں حق الیقین سے بھی بڑھ کر درجہ حاصل ہو گیا، لطف یہ کہ جب اس کی ابطال و تردید کی جاتی ہے تو براہِ کج بحثی یہ جواب دیا جاتا ہے کہ کیا میر انیس جاہل تھے یا میرزا دبیر کو اتنی بھی خبر نہیں تھی وغیرہ ذالک بلکہ بعض اوقات اس حد سے بھی تجاوز ہوتا ہے جس کی تائید ذیل کے واقعہ سے جو میں نے ایک ثقہ شیعہ بزرگوار کی زبان سے سُنا ہے ہوتی ہے۔

مولانا سید ابوالحسن عرف ابو صاحب اعلی اللہ مقامہ کے مکان پر لکھنؤ میں مجلس عزا تھی نواب محمد حسین خاں لکھنؤ کے ایک سر برآوردہ امیر جو میر مونس کے شاگرد تھے وہ بھی شریکِ مجلس تھے۔ سید ابو صاحب نے سید محمد جواد سے جو ایک ممتاز بزرگوار تھے ہدایت کر دی تھی کہ آج آپ ممبر پر جا کر پڑھیں اور اثنائے ذکر میں قصۂ عروسی کا ابطال نرم اور مناسب الفاظ میں کر دیں۔ سید محمد جواد نے سید ابو صاحب کے حکم کی تعمیل کی اور ممبر پر جا کر اس روایت کی تردید کرتے ہوئے کہا کہ اس توہین آمیز روایت کا ذکر کرنا قبالۂ جہنم ہے ان کا اتنا کہنا تھا کہ نواب محمد حسین خاں نے ٹانگ پکڑ کر کھینچ لی ان کو ممبر سے گھسیٹ لیا، اور بھرے مجمع میں سخت و سست الفاظ کہے۔ یہ کیوں! صرف اس وجہ سے کہ نواب محمد حسین خاں کے استاد نے اپنے

متعدد مرثیوں میں اس موضوع روایت کو پڑھیے، آب و تاب سے نظم کیا ہے۔ اس سے بڑھ کر یہ ہے کہ ساتویں محرم کو مہندی کے متعلق خاص طور پر اہتمام کیا جاتا ہے بفرض محال اگر وصیت کا اظہار اور اس پر عمل ہوا بھی تو دسویں کو قریب دوپہر ہوا، ساتویں کو مہندی چہ معنی دارد اس کے علاوہ یہ رسمیں مہندی ساچق وغیرہ وغیرہ ہندوستان کے مسلمانوں نے اپنی ہمسایہ قوموں سے لی ہیں۔ عرب میں جہاں اب بھی یہ باتیں نہیں آج سے تیرہ سو برس پہلے ہونا کس قدر بعید از عقل بالتخصیص ہندوؤں کی ایک رسم کو خاندانِ رسالت کی طرف منسوب کرنا مسلمانوں کے لئے کس قدر شرمناک اور لایعنی حرکت ہے۔

حضرت قاسم کے واقعات میں قصۂ عروسی کی طرح ارزق شامی اور اس کے چار بیٹوں کی معرکہ آرائی نہایت مشہور اور دلچسپ ہے جس کو شعرائے ہند نے بڑے آب و تاب اور دلکش پیرائے سے نظم کیا ہے لیکن تاریخ کی تمام قدیم و مستند کتابیں اس واقعہ کے بیان کرنے سے قطعاً خالی ہیں۔ داستانِ عروسی کی طرح ارزق کی جنگ بھی روضۃ الشہدا جیسی کتابوں میں ہی پائی جاتی ہے۔ ملائے کاشفی نے اپنی عادت کے موافق اس لڑائی کو کسی سند یا حوالے سے نہیں لکھا۔ پھر کوئی وجہ نہیں کہ اس کو بھی قصۂ عروسی کی طرح بے اصل و موضوع نہ مانا جائے۔ روایتاً کوئی سند نہ ہونے کے علاوہ درایتاً بھی اس کی صحت مشکوک و ناقابلِ اعتبار ہے کیونکہ اس معرکہ میں سوائے عراقیوں کے ایک بھی شامی یا حجازی شریک نہ تھا۔

ابومخنف لوط ابن یحییٰ ازدی جن کی نسبت بیان کیا جاتا ہے کہ اس زمانہ میں بمقام کوفہ موجود تھے اپنے مقتل میں صاف لکھ رہے ہیں: "فكان العسكر ثمانون الف فارس من اهل الكوفة ليس منهم شامي ولا حجازي"۔

(۱۰) یہ امر بھی تنقیح طلب ہے کہ علی اکبر کون تھے سید سجاد یا علی الشہید حضرت زینبؑ